السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمیں ایک سوال موصول ہوا تھا کہ اگر بیوی اپنی مرضی سے خاوند کے والدین کی خدمت نہ کرے تو کیا خاوند اپنی بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کے لئے مجبور کرسکتا ہے، ہم نے جواب میں لکھا تھا کہ بیوی اپنے خاوند کے والدین کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے، یہ خدمت سسرال کا حق ہے، دلیل کے طور پر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حوالہ دیا تھا۔ اس کے متعلق ہمیں خط موصول ہوا ہے کہ میں آپ کے جواب سے بخوبی اتفاق کرتا ہوں لیکن آپ نے اپنے جواب میں اس کے متضاد پہلو کو نظر انداز کردیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر خاوند کے والدین اوراس کے بہن بھائی، خاوند کی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں۔ تو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت نہیں فرمائی، آپ کا جواب تو یکطرفہ فیصلہ ہے، اس کے بعد ہمارے محترم نے اڑھائی صفحات پر مشتمل اپنی بیٹی پر روا رکھے جانے والے ظلم کی المناک اوردل سوز داستان رقم کی ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ہمارے سامنے جب کوئی سوال آتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر کیا جاتا ہے۔ استثنائی حالات سے ہم بے خبر ہوتے ہیں، اس لئے ''متضاد پہلو کو نظر انداز کردینے'' کا الزام ہمیں نہیں دیا جاسکتا اورنہ ہی ہمارے کسی جواب کو ''یکطرفہ فیصلہ'' قرار دیا جاسکتا ہے، ایسے مواقع پر خاوند کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، جیساکہ ہم نے اپنے جواب کے آخر میں لکھا تھا۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ افہام و تفہیم کے ذریعے ایسے کاموں کو سرانجام دے اورمحبت واتفاق کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے خود بھی والدین کی خدمت کرے اوراپنی بیوی کو بھی یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے پابند بنائے۔ محترم کے بیان کردہ حالات کے پیش نظر ہمارے سامنے بیوی کے لئے دو راستے ہیں:

ایک عزیمت کا۔ دوسرا رخصت کا۔

بدسلوکی دیکھ کر حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے لیکن یہ بہت مشکل اورگراں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ '''نیکی اوربرائی کبھی ایک جیسی نہیں ہوسکتیں، آپ بدی کو ایسی بات سے دفع کیجئے جو اچھی ہو، آپ دیکھیں گے کہ جس شخص کی آپ سے عداوت تھی وہ آپ کا گہرا دوست بن گیا ہے اوریہ بات صرف انہیں نصیب ہوتی ہے جو بڑے صبر کیش ہوتے ہیں اوریہ اعزاز صرف ان کو ملتا ہے جو بڑے نصیب والے ہوتے ہیں۔'' [۴۱/ حم السجدہ: ۳۴۔ ۳۵]

اس عزیمت پر عمل پیرا ہونا بچوں کا کھیل نہیں بلکہ بڑے حوصلہ منداورجگرگردہ رکھنے والوں کا کام ہے لیکن آخر کار یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں، لہٰذا اگر عزیمت پر عمل کرتا ہے تو خاوند کے والدین اوراس کے بہن بھائیوں کی بدسلوکی برداشت کرکے خدمت گزاری کا فریضہ سرانجام دیتے رہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو اچھا برتاؤ کرنے والے سے خوش اسلوبی سے پیش آئے کیونکہ یہ ادلے کا بدلہ ہے۔ صلہ رحمی کرنے والا دراصل وہ ہے جو قطع تعلقی کرنے والوں کے ساتھ بھی نرم رویہ اورملنساری سے پیش آئے۔'' [صحیح بخاری، الادب: ۵۹۹۱]

دوسرا راستہ رخصت کا ہے، بشرطیکہ خاوند کا ساتھ دے، والدین سے علیحدگی اختیار کرلی جائے، شادی کے بعد والدین سے علیحدہ ہوجانا ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہے اورشریعت نے اسے بری نگاہ سے نہیں دیکھا ہے، بیوی خاوند اگر علیحدہ رہیں گے تو ہرروز کی گھٹن اورتوتکار سے نجات مل جائے گی۔ اکھٹے رہتے ہوئے حالات مزید خراب ہوسکتے ہیں۔ آخر صبر وہمت کی بھی انتہا ہوتی ہے۔

اگر عزیمت پر عمل کرنے کی ہمت نہ ہو اورعلیحدگی اختیار کرنے میں خاوند ساتھ نہ دے تو زندگی اجیرن بنانے کے بجائے شریعت نے ایک دوسرا راستہ اپنانے کا ہمیں اختیار دیا ہے، وہ خلع لینے کا ہے۔ صحابیات بشرات مثالیں موجود ہیں جب نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو انہوں نے کچھ دے دلا کر اپنے خاوند سے خلع حاصل کرلیا۔

آخر میں ہمارا مشورہ ہے کہ برادری کے طور پر خاوند کے والدین کو سمجھایا جائے اورانہیں کتاب وسنت کی روشنی میں بچی کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر آمادہ کیا جائے اوراگر بچی میں کوئی قصور ہے تو اسے بھی دور کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ زندگی کے یہ چند مستعار دن خوش اسلوبی سے گزر جائیں۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:2 صفحہ:438